۶۰ سال پہلے

آپ دیکھ رہے ہیں کہ مسیحیت اپنی کمزوریوں کے باوجود دنیا کے ہر حصہ میں پھیلتی چلی جا رہی ہے' اور آبادیوں کی آبادیاں کلیسا کے دائرے میں داخل ہو رہی ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو ظاہر میں سب کو نظر آتی ہے' یعنی عیسائی قوموں کی دولت' ان کے تمدنی اثرات اور ان کی سیاسی طاقت۔ لیکن اس ظاہر کی تہ میں جو ایثار' جو قربانیاں' جو فداکاریاں' جو حیرت انگیز محنتیں اور کوششیں کام کر رہی ہیں' ان کا حال کم لوگوں کو معلوم ہے۔...

غور تو کیجیے کہ ایک مشنری انگلستان جیسے متمدن ملک ... کو چھوڑ کر اپنے وطن سے دور صحراؤں میں انتہا درجہ کی وحشی قوموں کے درمیان جا بستا ہے' جہاں کی ہر چیز اس کے مزاج' اس کی عادات اور اس کے ذہنی و جسمانی مالوفات کے بالکل خلاف ہے۔ اس وحشت کی دنیا میں یہ متمدن اور تعلیم یافتہ انسان سال دو سال نہیں تیس تیس اور چالیس چالیس سال گزار دیتا ہے۔ ... لگاتار محنتوں سے ان کے توحش کو دور کر کے ان میں علم کا شوق اور مذہب کا ذوق پیدا کرتا ہے۔ سیکڑوں بلکہ ہزاروں برس سے جو زمینیں بنجر پڑی ہوئی ہیں' ان میں آبپاشیاں اور تخم ریزیاں کرتا ہے' اور ہزار مرتبہ ناکامیوں سے دوچار ہونے کے بعد بھی ہمت نہیں ہارتا' مایوس نہیں ہوتا' پھر محنت کرتا ہے اور پھر کوشش کرتا ہے۔ کیا یہ قربانیاں اور محنتیں رائگاں جا سکتی ہیں ؟ کیا ایسے اولوالعزم اور اپنے مقصد کے پیچھے جانیں لڑا دینے والے لوگ ناکام رہ سکتے ہیں ؟ اگر کامیابیاں ایسے لوگوں کے قدم نہ چومیں گی تو کیا ان لوگوں کی قدم بوسی کریں گی جو صرف زبان سے مذہب پر جان دیتے ہیں' مگر اپنے کسی فائدے اور کسی لذت اور کسی لطف کو اس پر قربان کرنے کے لیے تیار نہیں۔ مسندوں پر گاؤ تکیے لگا کر بیٹھتے ہیں۔ معتقدوں اور شاگردوں سے خدمتیں لیتے ہیں۔ بہتر سے بہتر کھانے اور عمدہ سے عمدہ لباس' اور اچھے سے اچھے مکان کے بغیر گزر نہیں کر سکتے۔ عقید تمندوں کے جھمگٹ میں بیٹھ کر تقریریں کرتے ہیں۔ ہر طرف سے احسنت و مرحبا کے شور سنتے ہیں اور اس زندگی کو سمجھتے ہیں کہ یہ دین کی خدمت میں بسر ہو رہی ہے۔

(اشارات' سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ' ربیع الثانی ۱۳۵۳ مطابق اگست ۱۹۳۴)